ہونا قطعی ثابت ہو چکا ہے دوسرے خونریزی وفساد کے ذریعے سے حاکم کو مغلوب و مجبور کر کے جس کی بظاہر کوئی صورت نظر نہیں آتی۔ پس اب ہمارے لئے اس کے سوا کوئی کاروائی مناسب نہیں معلوم ہوتی کہ..............دفاعی مزاحمت کے اس درمیانی راستے پر چلنا شروع کردیں۔" (۲)

یہ حقیقت دلچسپی سے خالی نہیں کہ جس حسرتؔ نے "انقلاب زندہ باد" کا نعرہ دیا، اُسی نے گاندھی جی کو "دفاعی مزاحمت" کے عنوان سے ستیہ گرہ کا راستہ دکھایا۔ مگر آج اس کو تسلیم کرنے پر کم ہی لوگ تیار ہوں گے۔ بقول فراق گورکھپوری ؎

ہم آہنگی میں بھی اک چاشنی ہے اختلافوں کی
مری باتیں باندازِ دگر وہ مان لیتے ہیں

۱۹۱۰ء میں مسلم لیگ قائم ہوئی۔ ۱۹۱۳ء میں کانپور کی مسجد کے ایک حصے کے انہدام پر مسلمانوں میں ایک ہیجانِ عظیم برپا ہوگیا۔ یہی وہ زمانہ تھا جب مسلم یونیورسٹی کی تحریک ہندوستان میں کھڑی ہوئی۔ اِسی وقت مسلمانوں میں "احرار" نے جنم لیا جن کے رہنماؤں اور رہبروں میں محمد علی، شوکت علی، مولانا آزاد، ظفر علی خاں اور حسرت موہانی تھے۔ چونکہ کانپور کا قضیہ چند لوگوں کی مصالحانہ کوششوں سے طے ہوا تھا۔ اس لئے ۱۹۱۴ء میں جب مسلم لیگ کا سالانہ اجلاس آگرہ میں منعقد ہوا تو مسجد کے قضیے کو طے کرانے کے سلسلے میں لارڈ ہارڈنگ کے شکریے کا رزولیشن پیش کیا گیا جس کی حسرت نے مخالفت کی۔

پہلی عالمی جنگ کی شروعات میں حسرتؔ کی نظربندی کا حکم ہوا جسے انہوں نے ماننے سے انکار کردیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ انہیں جھانسی میں قید کردیا گیا۔ یہیں سے اُن کی قید و بند کی صعوبتوں کا آغاز ہوتا ہے۔

۱۹۲۱ء میں جب گاندھی جی کانگریس پر چھائے ہوئے تھے۔ ترکِ موالات کا زور تھا۔ ایک شامیانے میں خاص مسلمانوں کا جلسہ تھا جس میں گاندھی جی خاص طور پر کچھ کہنے والے تھے۔ اتنے میں کانگریس کی سبجیکٹ کمیٹی کے پنڈال سے دو والنٹیئر بھاگتے ہوئے آئے اور انہوں نے گاندھی جی کو بتایا کہ کمیٹی کی میٹنگ میں حسرتؔ نے مکمل آزادی کی تجویز پیش کردی ہے اور اسے واپس نہیں لے رہے ہیں۔ گاندھی جی گھبرائے ہوئے سبجیکٹ کمیٹی کی میٹنگ میں آئے۔ گاندھی جی کی کوششوں سے تجویز نامنظور ہوگئی۔

اسی سال مسلم لیگ کے اجلاس میں بھی حسرتؔ نے یہی تجویز پیش کی جو ان کے خطبۂ صدارت میں موجود تھی۔ خطبۂ صدارت ضبط ہوا اور مولانا تیسری اور آخری مرتبہ گرفتار ہوئے۔ انہیں کمیونزم سے بھی دلچسپی تھی۔ ۱۹۲۵ء میں ان کی ہی کوششوں سے پہلی آل انڈیا کمیونسٹ کانفرنس کانپور میں منعقد ہوئی۔ ۱۹۲۹ء میں سائمن کمیشن ہندوستان آیا۔ مولانا حسرت کمیشن کے بائیکاٹ کے مخالف تھے۔ گاندھی جی "سائمن واپس جاؤ" کا نعرہ لگا رہے تھے اور ان کے مقابلے میں مولانا حسرت موہانی "گاندھی گو بیک" کا نعرہ ہاتھ میں سیاہ جھنڈا لے کر لگا رہے تھے۔

۱۹۳۸ء میں وہ ہندی مسلمانوں کے وفد کے ایک رکن کی حیثیت سے قاہرہ کی فلسطین کانفرنس میں شریک ہوئے۔ ۱۹۳۹ء میں مغربی ممالک کا سفر کیا۔

۱۹۴۲ء میں مسلم لیگ کے سالانہ اجلاس کی کارروائی کا بیان حسرتؔ کے رول کے نقطۂ نظر سے قابلِ توجہ ہے۔ اِس اجلاس کی ایک تجویز میں قائداعظم کو کامل اختیارات سونپنے کی بات تھی۔ حسرتؔ نے اِس میں ترمیم کی تجویز پیش کردی۔ لوگ بپھر گئے اور چلانے لگے "نہیں سنیں گے، نہیں سنیں گے"...... حسرت نے بڑی معصومیت سے کہا۔ "کیوں نہیں سنیں گے۔ آخر ہم آئے کس لئے ہیں۔" بہرحال انہوں نے اپنی بات رکھی۔

۱۹۴۵ء میں وہ مسلم لیگ کے ٹکٹ پر یوپی اسمبلی اور ہندوستان کی دستور ساز اسمبلی کے رکن منتخب ہوئے۔ ہندوستانی پارلیمنٹ میں ایک ایسا وقت بھی آیا جب مولانا حسرت کے سوا کوئی ممبر ایسا نہ تھا جو مسلمانوں کے جذبات کی ترجمانی کرے۔ جونا گڑھ اور حیدرآباد کی دیسی ریاستوں پر ہندوستانی افواج کے قبضے کے بعد تنہا مولانا حسرتؔ ہی نے سردار پٹیل کے انتہائی دورِ عروج میں ان کو مخاطب کر کے فرمایا۔ "تم نے وہی کام کیا جو ہیسٹنگز، ولزلی اور کلائیو نے کیا تھا۔ تم نے اپنی طاقت ور فوجوں کے بل بوتے پر کمزور ریاستوں کی آزادیاں چھینی ہیں۔ تمہارے محکمے پر خدا کی لعنت ہو۔" سردار پٹیل جنہیں مردِ آہن کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے، ان کے سامنے اس طرح گفتگو کرنا بڑے دل گردے کا کام تھا مگر کانگریس ہو یا مسلم لیگ حسرتؔ سے

بڑھ کر اِس جرأت کا مظاہرہ کرنے والا کون تھا؟

حسرتؔ کی سیاسی زندگی کا عکس اوپر کی سطروں میں پیش کیا گیا۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ حسرتؔ اپنی سیاسی زندگی میں کامیاب رہے یا ناکام؟ جلیل قدوائی نے اپنے ایک مضمون میں ان کی سیاسی زندگی کا تجزیہ اِن الفاظ میں کیا ہے۔ "اتنی بات کم وبیش ہر شخص جانتا ہے کہ حق کی حمایت میں اور اصول کی خاطر ان کی پچھتر برس کی زندگی کا تقریباً نصف حصہ قید و بند میں گذرا...... مولانا اپنی ذات میں ایک انجمن تھے اور حق گوئی اِس انجمن کی شمع تھی۔ اس شمع سے دوسری انجمنیں بھی بقدرِ استطاعت اکتسابِ نور کرتی تھیں۔ مسلم لیگ، کانگریس، جمعیۃ العلماء اور کمیونسٹ وغیرہ ان میں سے وہ ہر ایک میں شریک رہے۔ مگر کسی کی بھی نکتہ چینی سے باز نہ آئے اور کہیں بھی کھری کھری سنانے سے نہ چوکے۔ حق یہ ہے کہ تنظیم کی عدم صلاحیت کے ساتھ ساتھ یہی ان کی کمزوری بھی تھی ورنہ وہ اپنے زمانے کے سب سے بڑے لیڈر ہوتے۔" (۳)

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر وہ اپنے زمانے کے سب سے بڑے لیڈر نہ بن سکے تو کیا ہم انہیں ایک ناکام سیاست داں تسلیم کریں۔ مجھے ایسا ماننے میں تامل ہے۔ ان کے بڑے لیڈر نہ ہونے سے اِس بات کا ثبوت بھی مل جاتا ہے کہ انہوں نے مصلحتوں کی کبھی پرواہ نہ کی اور جو بات بھی انہیں بہتر نظر آئی انہوں نے برملا اِس کا اظہار کردیا۔ ان کے علی گڑھ کے قیام سے لے کر آخری وقت تک ان کی زندگی جرأت، بے باکی، اور بے غرضی کی زندہ علامت رہی۔ بعض لوگ یقیناً یہ مانیں گے کہ حسرت نے ہر موقع پر تنقید کر کے، ہر جگہ احتجاجی آواز بلند کر کے، ہر مجلس میں مخالفت کر کے اپنے کو ضائع کردیا۔ دراصل سیاسی زندگی میں adjustment کا راستہ نکالا جاتا ہے۔ اور یہ سیاست داں کی مجبوری ہوتی ہے۔ بدقسمتی سے حسرت یہ راستہ نہ نکال سکے اور یہ دراصل ان کے مزاج اور افتاد طبع کے خلاف بھی تھا۔ اِن معنوں میں یقیناً انہیں ناکام سیاست داں قرار دیا جاسکتا ہے۔ لیکن کئی مقامات پر ان کے طرزِ عمل اور خیالات نے ایسا راستہ دکھایا جو بعد میں آزادی کے حصول میں نہایت معاون ثابت ہوا۔ مثلاً سب سے بڑی مثال ان کی پیش کردہ "دفاعی مزاحمت" کی تجویز ہے۔ جسے بہت بعد میں مہاتما گاندھی نے پُرامن اور اہنسا وادی ستیہ گرہ کے طور پر اختیار کیا اور جو آزادی حاصل کرنے کی جدوجہد میں کانگریس کا سب سے بڑا ہتھیار ثابت ہوئی۔ دوسری مثال وہ ہے جب حسرت موہانی نے کامل آزادی کی تجویز کانگریس کی سبجیکٹ کمیٹی کی میٹنگ میں پیش کردی۔ یہ سچ ہے کہ کانگریس نے گاندھی جی کی رائے سے بعض مصلحتوں کے تحت اِس تجویز کو اس وقت قبول کرنے سے معذوری ظاہر کی لیکن آگے چل کر حسرت کی یہی تجویز Quit India Movement یا ہندوستان چھوڑ دو تحریک کی بنیاد بن گئی۔ حسرت کی سب سے بڑی کامیابی یہ ہے کہ ہر موقع پر ان کی تجویز کو تو بظاہر رد کردیا گیا لیکن اُن کی تجویزوں نے سیاسی مستقبل کی راہوں کو روشن کرنے کا کام ضرور کیا۔ آنند نرائن ملا کی زبان میں کہیں تو ؎

دنیا نہ عفو کر سکی ملا کی رسمِ عشق
لیکن اُسی مزاج پہ آتی چلی گئی

حواشی:

(۱) : (حسرت کے عہد کا پس منظر، عتیق صدیقی، مشمولہ اُردو ادب دہلی، حسرت نمبر، ۱۹۸۱ء، ص ۴۲، ۴۱)

(۲) : (اُردوئے معلّٰی، اگست ستمبر ۱۹۰۷ء بحوالہ کلیاتِ حسرت موہانی، دہلی، مقدمہ کلیاتِ حسرت، ص ۲۳)

(۳) : (حسرت موہانی، از جلیل قدوائی، مشمولہ ماہنامہ نقوش، شخصیت نمبر جلد ۱، مطبوعہ نئی دہلی۔ ص ۱۷۴۔ ۱۷۳)

☆☆☆

Scanned with OKEN Scanner

عصرِ حاضر

اور

اردو ادبِ اطفال

مرتب

ڈاکٹر محمد خلیل صدیقی

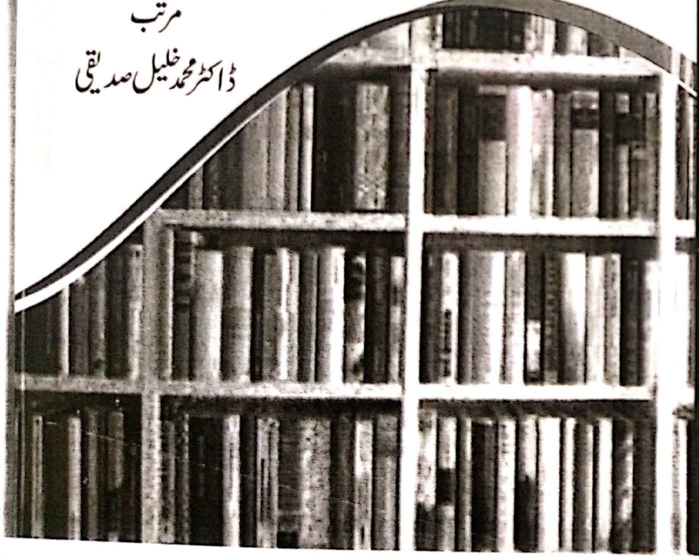

عصرِ حاضر اور اردو ادبِ اطفال

مرتب : ڈاکٹر محمد خلیل صدیقی

Asr-e-Hazir Aur urdu Adab-e-Atfal

(collection of Articles on Research & Criticism)

By : Dr. Md. Khaleel Siddiqui

(M.A.; M.Ed.; B.J.M.S.; Ph.D.; NET)

ڈاکٹر خلیل صدیقی کی ادارتی ذمہ داریاں

ہفت روزہ اوصاف (18 سال سے پابندی سے شائع ہو رہا ہے)

ماہنامہ تعلیمی سفر (13 سال سے باقاعدہ اشاعت)

لاتور ایکسپریس (مراٹھی) (گیارہ سال سے پابندی کے ساتھ شائع ہوتا ہے)

ڈاکٹر خلیل صدیقی اہل علم کی نظر میں

(ڈاکٹر) محمد خلیل صدیقی نے اردو دنیا میں اپنے آپ کو بچوں کے ادیب کی حیثیت سے متعارف کروایا ہے۔

پروفیسر محمد علی اثر (حیدرآباد)

ڈاکٹر خلیل صدیقی، ہونہار، ذہین اور فعال ادیب ہیں. میں ان کی کارگزاریوں کو قدر کی نگاہ سے دیکھتی ہوں۔

(ڈاکٹر مسرت فردوس، اورنگ آباد)

مہاراشٹر کے اردو افق پر ڈاکٹر خلیل صدیقی کا نام ہمہ رنگی چمک دمک رکھتا ہے۔ (رفیق جعفر، پونا)

ڈاکٹر خلیل صدیقی قاضی علاقہ مرہٹواڑہ کے سب سے زیادہ تعلیم یافتہ صحافی، ادیب، مترجم و شاعر ہیں۔

(ڈاکٹر فہیم صدیقی، ناندیڑ)

ڈاکٹر خلیل صدیقی اردو، ہندی، مراٹھی تینوں زبانوں میں عبور رکھتے ہیں۔ (ڈاکٹر الیاس صدیقی، مالیگاؤں)

Contact

Ausaaf Charitable Trust
Urdu Ghar, Qadri Nagar, Ausa,
Tq. Ausa, Dist. Latur (M.S.)
Mobile: 9422658736 Email : ausaaftrust@gmail.com

ISBN 978-81-951495-3-7

9 788195 149537

زیرِ اہتمام : اوصاف چیریٹیبل ٹرسٹ، لاتور

Scanned with OKEN Scanner

© جملہ حقوق بحق مرتب محفوظ

Asr-e-Hazir Aur Urdu Adab-e-Atfal

(Collection of Articals on Research & Criticism)

By : Dr.Md.Khaleel Siddiqui

(M.A.,M.Ed.,B.J.M.S.,Ph.D.,NET)

Pages : 304 Price : Rs. 300 /-

Year of Publication : 2021

ISBN 978-81-951495-3-7

کتاب کا نام :عصرِ حاضر اور اُردو ادبِ اطفال

مرتب : **ڈاکٹر محمد خلیل صدیقی**

صفحات : تین سو چار قیمت : تین سو روپئے

اشاعت : ۲۰۲۱ء تعداد : 500

سرورق : محمد عزیر اشفاق عمر ، کتابت : سید ریاض پاشاہ

طباعت : مظہر آفسیٹ لاتور مہاراشٹر

زیر اہتمام : **اوصاف چیاریٹیبل ٹرسٹ، لاتور**

ناشر : **ماهنامه تعلیمی سفر** لاتور مہاراشٹر

- : کتاب ملنے کا پتہ :-

Dr.Md.Khaleel Siddiqui **ڈاکٹر محمد خلیل صدیقی**

Urdu Ghar, Qadri Nagar AUSA اردو گھر، قادری نگر اوسہ، ضلع لاتور

Dist. Latur Pin - 413520 (M.S.) 9422658736 :موبائیل

انتساب

ماہر تعلیم، کالم نویس اور

ہفت روزہ اخبار ”باختر“، مالیگاؤں کے مدیرِ اعلیٰ

جناب اشفاق عمر

کے نام ------

جو پے در پے جان لیوا بیماریوں

کی زد میں آ کر بھی

قومی اور بین الاقوامی ویبنار سیریز کے ذریعہ

اردو دنیا میں

مقابلہ جاتی امتحانات تو کبھی ادبِ اطفال

پر کام کرتے رہتے ہیں۔

ڈاکٹر محمد خلیل صدیقی

فہرست

سلسلہ	مضامین	قلم کار	صفحہ نمبر
۱	مقدمہ	ڈاکٹر محمد خلیل صدیقی	۵ تا ۱۸
۲	ادب اطفال کا منظر نامہ	اشفاق عمر۔ مالیگاؤں	۱۲ تا ۱۷
۳	ادب اطفال کے خدوخال	مشیر احمد انصاری۔ ممبئی	۱۸ تا ۲۰
۴	ادب اطفال اور مہاراشٹر اسٹیٹ اردو اکادمی	ہاشمی سید شعیب۔ ممبئی	۲۱ تا ۲۴
۵	عصر حاضر میں ادب اطفال کی اہمیت	ڈاکٹر روبینہ۔ حیدرآباد	۲۵ تا ۲۷
۶	اکیسویں صدی میں ادب اطفال	آصف پرویز۔ کولکاتا	۲۸ تا ۳۰
۷	ادب اطفال اور سائنس و ٹیکنالوجی۔۔۔	حسین قریشی۔ بلڈانہ	۳۱ تا ۳۵
۸	ادب اطفال کی فنی خوبیاں	ڈاکٹر سید اسرار الحق۔ سدھی پیٹ	۳۶ تا ۳۹
۹	بچوں کے لئے غالبؔ کا قادر نامہ	محمد عبدالقادر۔ دہلی	۴۰ تا ۴۳
۱۰	بدلتے عالمی منظر نامے میں اردو ادب۔۔	سید اشفاق علی۔ اورنگ آباد	۴۴ تا ۴۶
۱۱	ادب اطفال میں نفسیات کی غرض وغایت	ڈاکٹر صدیقی افروزہ خاتون	۴۷ تا ۵۰
۱۲	ادب اطفال! مسائل اور تدارک	عطیہ نفیس۔ حیدرآباد	۵۱ تا ۵۳
۱۳	ادب اطفال میں علامہ اقبال کا مقام	ڈاکٹر سمیہ نذیر احمد۔ شولاپور	۵۴ تا ۵۷
۱۴	ادب اطفال میں موضوعات کی اہمیت	شیخ محمد سراج الدین۔ حیدرآباد	۵۸۔ ۶۱
۱۵	اتر پردیش میں ادب اطفال: ایک جائزہ	آفرین ضمیر احمد۔ مرادآباد	۶۲ تا ۶۵
۱۶	عصر حاضر میں ادب اطفال کی ضرورت۔۔	عرفان امین گنائی۔ پنجاب	۶۶ تا ۶۸
۱۷	ادب اطفال میں کرشن چندر کی خدمات	محمد اشرف۔ جموں	۶۹ تا ۷۱
۱۸	ڈاکٹر خلیل صدیقی کی خدمات کا جائزہ	شیخ ارم فاطمہ لئیق۔ ناندیڑ	۷۲ تا ۷۸
۱۹	بدلتے عالمی منظر نامے میں اردو ادب اطفال۔۔	فضل متین۔ مئو	۷۹ تا ۸۱

سلسلہ	مضامین	قلم کار	صفحہ نمبر
۲۰	عصر حاضر اور خوشحال زیدی	ناہید بیگم۔ بودھن نظام آباد	۸۲ تا ۸۵
۲۱	عصر حاضر میں اطفال کی ادب سے دلچسپی۔۔	اقبال سلطانہ۔ حیدرآباد	۸۶ تا ۸۷
۲۲	ادب اطفال کے تقاضے اور ڈاکٹر اقبال۔۔۔	معین نذیر احمد۔ مالیگاؤں	۸۸ تا ۹۲
۲۳	نظیر اکبرآبادی اور ادب اطفال	ڈاکٹر شیخ عمران۔ ناگپور	۹۳ تا ۹۶
۲۴	ادب اطفال : خدشات وخطرات	نیر وسید۔ جموں	۹۷ تا ۱۰۰
۲۵	بچوں کی تربیت میں اردو ادب کا کردار	ساجدہ خاتون۔ علی گڑھ	۱۰۱ تا ۱۰۳
۲۶	موجودہ دور میں ادب اطفال کی ضرورت	شگفتہ اختر۔ کشمیر	۱۰۴ تا ۱۰۶
۲۷	ادب اطفال میں مہاراشٹر کی خدمات	سید اسماعیل گوہر۔ امراوتی	۱۰۷ تا ۱۰۹
۲۸	اردو ادب اطفال میں خواتین کا حصہ	بیم تزئین جمال۔ تمل ناڈو	۱۱۰ تا ۱۱۳
۲۹	اردو زبان میں ادب اطفال کا اجمالی جائزہ	ڈاکٹر سید تاج العبدی۔ کرناٹک	۱۱۴ تا ۱۱۷
۳۰	اردو زبان میں بچوں کے رسائل آزادی کے بعد	ڈاکٹر شاہ جہاں بیگم۔ کرنول	۱۱۸ تا ۱۲۱
۳۱	بچوں کے لیے نظیر اکبرآبادی کی نظمیں۔۔	ڈاکٹر نصرت مینو۔ ناگپور	۱۲۲ تا ۱۲۵
۳۲	اکیسویں صدی میں ادب اطفال اور مسائل	محمد مظہر حسین۔ کولکاتا	۱۲۶ تا ۱۳۱
۳۳	اردو ادب اطفال اور سائنس	سید حبیب الدین سید عابد علی۔ ممبئی	۱۳۲ تا ۱۳۵
۳۴	اردو میں ادب اطفال کی موجودہ صورتحال	امام الدین امام۔ نئی دہلی	۱۳۶ تا ۱۳۹
۳۵	ادب اطفال اور درسی کتابوں کا تعلق	ڈاکٹر شاہینہ پروین صدیقی۔ مالیگاؤں	۱۴۰ تا ۱۴۴
۳۶	ادب اطفال میں خواتین کا حصہ	شاہینہ ناز ۔ جھارکھنڈ	۱۴۵ تا ۱۴۹
۳۷	ادب اطفال اور قدسیہ زیدی	ڈاکٹر محمد فیاض ہداف۔ اودگیر	۱۵۰ تا ۱۵۳
۳۸	سائنسی ادب اطفال اور موجودہ تقاضے	ڈاکٹر رفیع الدین ناصر۔ اورنگ آباد	۱۵۴ تا ۱۵۷
۳۹	ادب اطفال میں خواتین قلم کاروں کا حصہ	ڈاکٹر اسما رحمت اللہ۔ ممبئی	۱۵۸ تا ۱۶۳
۴۰	اکیسویں صدی کے تقاضے اور ادب اطفال	حارث حمزہ لون۔ کشمیر	۱۶۴ تا ۱۶۸
۴۱	اکیسویں صدی کے تقاضے اور ادب اطفال	محمد وسیم بن محمد امین۔ دہلی	۱۶۹ تا ۱۷۱
۴۲	تمل ناڈو میں ادب اطفال۔ ایک جائزہ	پی۔ محمد جعفر۔ تمل ناڈو	۱۷۲ تا ۱۷۶

ڈاکٹر شاہینہ پروین صدیقی،
(ایم ایس جی کالج، مالیگاؤں)

ادب اطفال اور درسی کتابوں کا تعلق

ادب اطفال، ادب کی وہ شاخ ہے جو صرف بچوں اور سن بلوغ کو پہنچنے والے لڑکوں کے لئے تخلیق کیا جاتا ہے۔ اِس میں کہانیاں، لوک کہانیاں، نظمیں، پالنا گیت، آڈیو، ویڈیو اور کتابی شکل میں شامل ہوتے ہیں۔ علاوہ ازیں اِس کا دامن وسیع کرتے ہوئے ہم کہہ سکتے ہیں کہ کومک، اینی میشن اور تصویری کتابیں بھی ادب اطفال میں شامل ہیں۔ یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ ادب اطفال صرف بچوں کی لطف اندوزی کے لئے ہی نہیں لکھا جاتا بلکہ ان کی تدریس کے مقصد سے بھی لکھا جاتا ہے۔ مثلاً ہم جانتے ہیں کہ ادب اطفال خیر کو شر سے، صحیح کو غلط سے، اور غلط کو گناہ سے الگ کرنے میں بچوں کی مدد کرتا ہے۔ تدریسی یا سبق آموزی کا پہلو یہ ہے کہ بُرا آدمی یا ویلن بچوں کے ادب میں ہمیشہ بالآخر سزا پاتا ہے۔

بچوں کے ادب میں تصاویر کی بڑی اہمیت ہوتی ہے۔ ہم سب کہانیوں کے ساتھ تصویروں کو پسند کرتے ہیں لیکن کہانیوں یا نظموں کے ساتھ بنائی گئی تصویروں سے کہانی میں اس کی توجہ ''مرکوز'' رہتی ہے اور ساتھ ہی ساتھ اس کی قوتِ متخیلہ کو مضبوطی ملتی ہے۔ یہ تصویریں ان کو کہانیوں کے سمجھنے میں مدد کرتی ہیں۔ اِن تصویروں کا ایک کمال یہ بھی ہے کہ اگر انہیں کہانی مکمل طور سے نہ بھی سمجھے تو یہ تصاویر اس کہانی کو سمجھ لینے میں بے حد مددگار ہوتی ہیں۔ بعض کہانیاں تو صرف ''تصاویر'' ہوتی ہیں اور اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ ہزاروں الفاظ کے برابر ہوتی ہیں۔

ایک اور خصوصیت جو بچوں کے ادب میں پائی جاتی ہے وہ یہ ہے کہ اِن سے بچے مثبت اندازِ فکر اور رجائیت پسندی سیکھتے ہیں۔ عموماً بچوں کے ادب میں بہادری، صداقت، امید و آس، محبت وغیرہ قدریں موجود ہوتی ہیں جو بچوں کے کردار کی تشکیل میں اور اس کے اندازِ فکر کی تخلیق میں بے حد مددگار ثابت ہوتی ہیں۔ بڑے ہو کر ہمیں اگرچہ یہ علم ہو جاتا ہے کہ ہر کہانی کا اختتام خوشی پر نہیں ہوتا لیکن ابھی سے بچوں تک یہ پیغام پہنچانے کی ضرورت کیا ہے؟

بچوں کے ادب کی ایک اور خصوصیت fantacy یعنی فنتاشیہ کی ہوتی ہے۔ بچوں کے ادب میں لوگ اڑتے ہیں، اچھا خاصا آدمی دیو بن جاتا ہے، جانور اور پرندے گفتگو کرتے ہیں، جن، بھوت، جادو وغیرہ کی موجودگی بچوں کے لیے تفریح کا سامان ہوتی ہے۔ فنتاشیہ دراصل بچوں کے تخیل اور تصورات کا انعکاس کرتا ہے

۔ حقیقت یہ ہے کہ چھوٹے بچے دنیائے فنتاشیہ میں ہی زندگی گذارتے ہیں۔ اس عمر میں ہم نہیں جانتے اصلی اور حقیقی کیا ہے اور فرضی اور تصوراتی کیا ہے۔ کبھی کبھی تو بچپن میں ہم لوگ سچ مچ اس پر یقین رکھتے ہیں کہ ہمارے پلنگ کے نیچے کوئی جن موجود ہے۔ اس کا سبب یہ ہے کہ بچوں کے ذہن میں حقیقی اور فرضی کے درمیان کی لکیر بہت باریک ہوتی ہے، اس لئے ایک کہانی کار کو ہمیشہ چوکنا رہنے کی ضرورت ہے ورنہ ہماری کہانیاں انہیں ضعیف الاعتقادی میں مبتلا کر دیں گی۔

بچوں کے ادب میں ''بچے'' ہر جگہ موجود ہوتے ہیں اگرچہ کہ ان کہانیوں کے تخلیق کار بڑے ہوتے ہیں۔ وہ بچوں کے ذہنوں سے قریب ہونے میں اس لئے کامیاب ہوتے ہیں کیونکہ انہوں نے بچپن دیکھا ہوا ہوتا ہے۔ بچے معصوم ہوتے ہیں۔ جوں جوں وہ بڑے ہوتے جاتے ہیں اپنی معصومیت کھوتے جاتے ہیں۔ اسی معصومیت کی دریافت دراصل بچوں کے ادب کی خصوصیت ہے۔ بچوں کی اس معصومیت اور اگر اس میں تجسس کو بھی شامل کر لیا جائے تو اس کے طفیل کہانی کار انہیں مختلف جہانوں کی سیر کراتا ہے، نئی سچویشن تخلیق کرتا ہے اور قسم قسم کے لوگوں سے ملاقات کرواتا ہے۔

سب سے اہم بات یہ کہ بچوں کا ادب ''عمل'' Action سے پُر ہوتا ہے۔ بچے نظریات جذبات اور خیالات کی پیشکش میں کم دلچسپی لیتے ہیں لیکن ''عمل'' میں بھرپور دلچسپی کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ بے شک ان کہانیوں میں بھی جذبات ہوتے ہیں لیکن بڑے ہی ابتدائی قسم کے۔ مثلاً اداسی، غم، خوف، غصہ، خوشی وغیرہ۔ اِسی لئے عموماً بچوں کے ادب میں ''وقوع پذیری'' پر توجہ مرکوز ہوتی ہے، کردار پورا دن بیٹھ کر آپس میں باتیں نہیں کرتے، وہ کچھ نہ کچھ ''کرتے'' رہتے ہیں۔ بچوں کے ادب کے اہم عناصر گنانے پر آئیں تو ایک طویل فہرست تیار ہو سکتی ہے۔ اس لئے اب تک ہم نے درج بالا سطروں میں ادب اطفال کے تعارف کے طور پر جو کچھ پیش کیا ہے، اسی پر تکیہ کرتے ہیں ورنہ بات بہت طویل ہو جائے گی۔

اب آتے ہیں درسی کتابوں Textbooks کی طرف۔ درسی کتب کی اپنی ایک طویل تاریخ ہے۔ یہ اتنی ہی عالمگیر ہیں جتنی اسکولیں ہیں اور تقریباً اتنی ہی پرانی جتنی اسکولیں ہیں۔ درسی کتب ہر زمانے میں کسی نہ کسی شکل میں موجود رہی ہیں۔ انسائیکلوپیڈیا آف ایجوکیشن میں ٹیکسٹ بک کی تعریف حسب ذیل ہے۔

''درسی کتاب ایک چھپی ہوئی اور جلد سازی کی ہوئی کتاب ہوتی ہے جو ایک سال کے لئے ترتیب دی جاتی ہے یا ایک سالہ اسٹڈی کے کورس پر مشتمل ہوتی ہے۔''

اس میں ایک مخصوص موضوع کے تعلق سے حقائق اور نظریات شامل ہوتے ہیں۔ عام طور پر انہیں کسی ادارے کی معرفت تیار کیا جاتا ہے، جیسے مہاراشٹر میں درسی کتب تیار کرنے والے ادارے کا نام ''بال بھارتی'' ہے جو پونا میں واقع ہے۔ یہ کسی ایک علاقے میں واقع اسکول سسٹم کے لئے پہلے سے مقرر کردہ نصابی معیار کے

Scanned with OKEN Scanner

مطابق تیار کی جاتی ہیں، جسے تدریس کے نقطۂ نظر سے مختلف یونٹوں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ عصر جد[illegible] اگرچہ بہت سارے دیگر تدریسی مواد موجود ہیں، اس کے باوجود اساتذہ کی بہت بڑی تعداد درسی کتب پر ہی بھروسہ کرتی ہے۔

زبان سکھانے والی درسی کتاب بھی اِنہیں کا ایک حصہ ہے۔ زبان کی درسی کتاب کے تعلق سے ایک تصور وابستہ ہے کہ یہ ''بورنگ'' اور ''تھکانے والی'' ہوتی ہیں، خشک گرامر سے معمور ہوتی ہیں، طول طویل مشقوں اور غیر دلچسپ مواد کا مجموعہ ہوتی ہیں۔ یہ الزام انہیں کتابوں پر درست ثابت ہوگا جنہیں غیر ماہرانہ اور کم اہل ہاتھوں نے تیار کیا ہے ورنہ لسانی تدریس کے لئے تیار کردہ کتابیں بھی دلچسپیوں سے پُر ہوتی ہیں۔ آج بھی ہمارے بزرگ ان اسباق، کہانیوں اور نظموں کا حوالہ دیتے ہیں جو وہ اپنے بچپن میں پڑھ چکے ہیں۔ اِسی موقع پر یہ سوال بھی سامنے آتا ہے کہ...

ادب اطفال اور درسی کتابوں میں کیا تعلق ہے؟

1950 کے بعد یورپ میں بچوں کے ادب سے منسلک عوام میں دو گروپ بن گئے۔ ایک گروپ Child-people کہلاتا تھا، دوسرا Book-people ۔ Child-people میں عموماً ماہرین تعلیم، ماہرین نفسیات، لائبریرین، اساتذہ وغیرہ شامل تھے۔ دونوں کے مقاصد اور نظریات جداگانہ تھا۔ Child-people کسی کتاب کے بارے میں کہتے تھے ''اِس میں بچوں کے لئے کیا اچھا ہے؟'' جبکہ Book-people صرف اتناد یکھتے تھے کہ ''اچھا کیا ہے؟'' اِسی فکر نے ادب اطفال کی اسکولوں میں تدریس کے تعلق سے دو گروپ پیدا کر دیئے۔ ایک گروپ اس بات کا حامی تھا کہ درسی کتابوں میں جو ادب اطفال شامل کئے جائیں ان میں صرف ''لطف اندوزی'' کی قدر ہونا چاہئے۔ جبکہ دوسرا گروپ اِس بات کا حامی ہے کہ اِس میں تدریسی اور اخلاقی پہلوؤں کو بھی جگہ دی جانی چاہئے۔ ہم جب اس نقطۂ نظر پر غور کرتے ہیں کہ اِس میں تدریسی پہلو کی کوئی گنجائش نہیں ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ ایک بے
بنیاد، بے اصل نظریہ ہے۔ ماہرین تعلیم کا خیال ہے کہ بچوں کے ادب میں تعلیمی پہلو ہمیشہ موجود رہتا ہے۔ کبھی وہ نصیحت کی شکل میں ہوتا ہے، کبھی اخلاق کی اور کبھی نظریات کی۔ پھر ایک بات یہ بھی ہے کہ بچوں کا ادب سب سے پہلے تعلیمی اداروں میں ہی پڑھایا جاتا ہے۔ لیکن اسکولوں میں بچوں کا ادب پڑھانے والے اساتذہ کو نہیں بھولنا چاہئے کہ ان کے سامنے جو طلبہ یا بچے موجود ہیں وہ ذہنی طور پر کچے ہیں، ان کی خواندگی بھی بالکل ابتدائی قسم کی ہے، ان کا تجربہ اور معلومات نہایت کم ہے، اس لئے اسکولوں میں پڑھائے جانے والے ادب اطفال کی سب سے بڑی خوبی یہ ہونی چاہئے کہ وہ بچوں کو پڑھنا، لکھنا اور بولنا سکھا سکے۔ اور اگر اس کے ساتھ ہی ساتھ انہیں کچھ اخلاقی نصائح بھی دستیاب ہو جائیں تو بُری بات کیا ہے؟

ISBN : 978-81-951495-3-7 Asre Hazir aur Urdu Adab e Atfal

بچوں کا وہ ادب جو انہیں ''[illegible]ت مہیا'' کرنے کی غرض سے تخلیق کیا جاتا ہے درحقیقت بچوں کے ادب میں شامل کرنے کی چیز ہی نہیں ہے۔ بچوں کے ادب میں دو بنیادی چیزیں ہونی چاہئے۔ (۱) تعلیمی مواد (۲) ادبی خصوصیات۔ بتانے کی ضرورت نہیں کہ تعلیمی اداروں میں بچوں کا ادب محض لطف اندوزی کے لئے نہیں پڑھایا جاتا، بلکہ اس کے ذریعے زبان سکھانا بھی مقصد ہوتا ہے۔ اس لئے اس میں بڑی مقدار میں تعلیمی مواد کی موجودگی شرط ہے۔ زبان کی قواعد، الفاظ کا استعمال، محاورے، کہاوتیں، جملے کی بندش، مختلف اقسام کے جملے، جمع واحد، متضاد الفاظ وغیرہ سینکڑوں قسم کا تعلیمی مواد اِن کے ذریعے سے سکھایا جاسکتا ہے اور سکھایا جاتا بھی ہے۔ دوسری بات جس پر غور کرنے اور عمل کرنے کی ضرورت ہے وہ زبان کی درسی کتابوں میں شامل کئے گئے ادب اطفال میں ''ادبی خصوصیات'' کی موجودگی ہے۔ اگر ایک نثر پارہ یا نظم کے حصے میں ادبی خصوصیات نہ ہونگی تو وہ ایک بے روح اور خشک نظم و نثر پارہ بن کر رہ جائے گا۔ جو بچوں میں عدم دلچسپی کا سبب بن جائے گا۔ چونکہ بچہ ابھی ''ادب'' یا "Literature" سے واقف نہیں ہے۔ ادب سے اس کی واقفیت کا زمانہ جوانی کا ہے۔ لیکن اپنے ابتدائی زمانے میں زبان کی درسی کتابوں کے ذریعے سے ادب کی بنیادی خصوصیات سے کم از کم آگاہ ہو جاتا ہے خواہ اس کے معیار سے نا آشنا ہو۔ یہ درسی کتب تیار کرنے والے افراد کا کام ہے کہ وہ بچوں کے ادب کے انتخاب میں ادبی معیار سے سمجھوتہ نہ کریں۔

بچوں کے ادب کی تدریس میں ایک اور مشکل کا سامنا ہوتا ہے۔ بچپن کے زمانے میں ''حقیقی دنیا'' اور کہانیوں میں دکھائی گئی ''فرضی یا تخیلاتی دنیا'' میں فرق کرنا بچے کے لئے مشکل ہی نہیں، ناممکن ہوتا ہے۔ لیکن اساتذہ کی مشاقی و مہارت اِس مشکل کو حل کر سکتی ہے اور آہستہ آہستہ بچہ حقیقت اور فرضیت میں فرق کرنا سیکھ جاتا ہے۔ کہانیوں میں دکھائے گئے غیر حقیقی تصوراتی مواد اور جانوروں، پرندوں اور جنوں پریوں کی کہانیاں دراصل بچے کے سامنے ایک چیلنج کے طور پر ہوتی ہیں اور وہ سوچنے پر موجود ہوتا ہے کہ کہانی کے کتنے حصے کا تعلق یا اطلاق حقیقی دنیا پر ہو سکتا ہے۔ سب سے بڑا خدشہ یہ ہوتا ہے کہ وہ اِس تخیلاتی دنیا کو کہیں حقیقت نہ سمجھ بیٹھے۔ اس لئے بہت سے ماہرین تعلیم مشورہ دیتے ہیں کہ درسی کتابوں میں شامل ہونے والے ادب اطفال میں انسانی زندگی کے حقیقی واقعات یا تکنیکی اور سائنسی حقائق کو ہی شامل کیا جائے۔ اور اگر غیر حقیقی تصوراتی عناصر کو جگہ دینی بھی ہے تو اس کا خیال رکھنا چاہئے کہ بچہ واضح طور پر جانتا ہو کہ یہ اصلی دنیا میں وقوع پذیر نہیں ہوتا۔ مثلاً پرندوں اور جانوروں کا بات کرنا وغیرہ۔

ادب اطفال کے تعلیمی پیغام حسب ذیل ہو سکتے ہیں۔

(۱) بچوں کی آس پاس کی دنیا سے واقفیت، خصوصاً اس ماحول سے جس میں وہ رہتا ہے۔

(۲) بچوں کا اپنا تصور، ذاتی تعلقات، جذبات، اخلاقی اور سماجی پہلو وغیرہ۔ لسانی کتابوں میں شامل ادب

ISBN : 978-81-951495-3-7 Asre Hazir aur Urdu Adab e Atfal

Scanned with OKEN Scanner